سید محبوب قادری نظامی الاسحاقی
9966852129
20-5-160 jamia nizamia hyd 500064

ماں کے تقدس کا امین شاعر منور رانا

دنیا میں بہت سارے زبان اور بولیاں ہیں جن میں کچھ بڑے اور کچھ چھوٹے ہیں، زبان بڑی اور چھوٹی کیسے ہوتی ہے؟ اس سوال کے جواب میں بس اتنا کہا جاتا ہے کہ اہل زبان جب اپنی مادری زبان کو کم استعمال کرنے لگتے ہیں تو وہ زبان روز بروز زوال پزیر ہونے لگ جاتی ہے ۔اسی طرح اس دنیا میں کئی ایک زبانیں جو اپنے وقت میں سکہ رائج الوقت تھے معدوم ہوگئے اور کچھ زبانیں معدوم ہونے کے قریب ہیں۔ جن میں اردو زبان بھی ایک شامل ہے۔ اردو زبان گزرتے وقت کی طرح تیزی سے روبہ زوال ہورہی ہے۔ اس کے زوال پزیر ہونے والے محرکات میں مذکورہ بالا عمل کے علاوہ اس زبان کے شعرا و ادیب کا انتقال کرجانا اس کے زوال پزیرائی کے عمل کو تیز کردیتا ہے۔ (اور ایسے میں اردو زبان و ادب کے اخبار و رسائل بھی اگر اپنی اشاعت میں کوتائی کرتے دیکھائی دے تو سمجھ لو کے جلتی پر پیٹرول چھیڑکنے کے مترادف ہوگا)۔

جب کوئی انسان پیدا ہوتا ہے تو مرنا اس کا حق ہے چاہے وہ معمولی انسان ہو کہ غیر معمولی شخصیت ہو۔ ادیب ہو کہ شاعر ہوا سکو تو جانا ہی ہے اسکو کیا سب کو ایک دن جانا ہے۔ اس طریقہ کو کوئی روک نہیں سکتا، معمولی انسان کی کمی محسوس نہیں کی جاتی لیکن غیر معمولی شخصیت وہ شاعر ہوں کہ ادیب جب اس کا انتقال کرجاتا ہے تو ان کی کمی محسوس کی جاتی ہے یہ احساس صرف انفرادی ہی نہیں ہے بلکہ اجتماعی بھی ہوتا ہے، کچھ تو شعرا و ادیب ایسے قدآور ہوتے ہیں کہ ان کی جگہ کوئی نہیں لے سکتا وہ جگہ ہمیشہ خالی ہی متصور ہوتی ہے۔

ان ہی قدآور شخصیتوں میں منور رانا بھی ایک اہم شخصیت متصور ہوتے ہیں، منور رانا کی خدمات اور ان کی اردو دوستی کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ ان کی خدمات کو اجاگر کرسکے، لیکن اسلامی طریقہ کار ہے کہ مرنے والے کے محاسن بیان کئے جاتے ہیں اور یہ اسلامی حکم بھی ہے اسی لئے بھی منور رانا کی شخصیت اور بھی اہم ہوجاتی ہے، اور یہ بھی کہ ان کی شخصیت پر اور ان کی ادبی خدامات پر مضامین، مقالے، اور کتب اور مشاعرے منعقد کئے جاتے ہیں یہ تمام کی تمام کوششیں منور رنا کی خدمات کو اجاگر کرنے کے ساتھ ساتھ ان کو خراج عقیدت پیش کرنا ہے۔

اسی خراج عقیدت کی یہ ایک ادنی کوشش ہے۔

منور رانا کا اصل نام سید منور علی ہے وہ ۲۶ رنومبر ۱۹۵۲ء کو اتر پردیش کے رائے بریلی میں پیدا ہوئے ان کے والد کا نام سید انور علی اور والدہ کا نام عائیشہ خاتون ہے، منور رانا اپنی ابتدائی تعلیم شعیب ودھیالیہ اور گورنمنٹ کالج رائے بریلی سے حاصل کی مزید تعلیمی ترقی کے لئے نوابوں کے شہر لکھنوں بھیجا گیا، جہاں ان کا داخلہ سینٹ جانسس ہائی اسکول میں ہوا، لکھنوں میں قیام کے دوران انھوں نے وہاں کی روایتی ماحول سے اپنی زبان و بیان کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا اسکے بعد حالات کے ناسازی کے بنا ان کے والد کلکتہ چلے گئے۔ ۱۹۶۸ کو ان کے والدین نے منور رانا کو بھی کلکتہ بلوالیا، جہاں انہوں نے محمد جان ہائر سیکنڈری اسکول سے ہائر سیکنڈری کی تعلیم مکمل کی اور گریجوشن کی ڈگری کے لئے کلکتہ کے ہی امیش چندر کالج میں BCOM میں داخلہ لیا۔

منور رانا ایسے ہی منور رانا نہیں بن گئے سید منور علی کو منور رانا بننے کے لئے ناصر و نوابوں کے شہر لکھنوں کی ادبی فضا محرک ہے بلکہ کسی روشناس

،دانشور حال کے ساتھ ساتھ مستقبل پر نظر رکھنے والے ذوق نظر، اہل نظر کی محنت شاقہ اوران کی کرم نوازی بھی شامل رہی، ان ہی نیک لوگوں میں ان کے جد مرحوم سید صادق علی بھی ایک ہیں۔انہوں نے عہد طفلی میں منوررانا کو باقاعدہ غزلیں اشعار پڑھوایا کرتے تھے تاکہ ادب کا بیج ان میں بو سکے اور وہ اپنے اس کوشش میں صدفیصد کامیاب بھی ہوئے ،عہد طفلی میں ان کے جد نے کئی اشعار ذہن نشین کروادے تھے تاکہ آگے جل کر یہ اشعار ان کے لئے معاون مددگار ثابت ہوسکے، زمانہ طالب علمی سے منوررانا کو شعروشاعری سے بڑی دلچسپی تھی۔

۷۰/۱۹۶۹ میں سید منور علی نے قلبی واردات، احساسات اور جدبات کی چنگاری سے پہلی مرتبہ شعروسخن کے میدان میں ''منور علی آتش'' بن کر شاعری کی دنیا میں قدم رکھا۔عہد طفلی کے ذہن نشین اشعار دیگر مقاصد میں ناکامی کے صدمے نے سید منور علی کو منور علی آتش بنادیا وہ اپنی طور پر اشعار لکھتے گئے پھر منور علی آتش کی ملاقات پروفیسر اعزاؔز افضل سے ہوئی اعزاز افضل نے منور علی آتش کو شعر گوئی بطور خاص غزل گوئی میں بہتر پایا تو انہوں نے سید منور علی کو اپنی شاگردی میں لے کر سید منور علی کے اندر موجود صلاحیتوں کو پہچان کرانھیں اس جانب پروان چرھانا شروع کیا۔

ابھی سید منور علی ۱۶ سال ہی کے تھے کہ ان کی پہلی نظم جو محمد جان ہائر سکینڈری اسکول کے مجلہ میں چھپی لیکن بحیثیت شاعر ان کی پہلی تخلیق ۱۹۷۲ میں منور علی آتش کے نام سے کلکتہ کے ایک معیاری رسالہ مہنامہ ''شہود'' میں شائع ہوئی، اس کے بعد منوررانا مستقل طور پر اشعار لکھتے رہے اوران کی تخلقات اخبار ومجلّات میں زیور طبع سے آراستہ ہوتی رہی، منور علی آتش کا لکھنوں کے ادبی محافل میں بھی رسائی ہونے لگی، پھر ان کی ملاقات نازش پرتاب گڑی اور راز الہ آبادی سے ہوئی ان کے اشعار سنیا اور پھر انہیں اپنے کچھ قیمتی گراں قدر مشوروں سے بھی سرفراز کیا جن میں ان کا تخلص بھی شامل ہے، سید منور علی پہلے منور علی آتش تخلص کرتے تھے ان کے مشورے کے بعد انہوں نے اپنا تخلص بدل کر''شاداںؔ'' کرلیا، سید منور علی اب ادبی محفلوں میں منور علی شاداں کے نام سے یاد کئے جانے اور پہچانے جانے لگے، منور کی شعری خصوصیت اوران کا منفرد لب ولہجہ سے مزید ترقی کرنے لگے پہلے سے زیادہ ادبی محفلوں میں رسائی ہونے لگی اور بھی بڑے قدآور اساتذہ سخن سے ملاقاتیں ہونے لگی ان کے بیش بہا قیمتی مشورں سے ان کے کلام میں بہتری آنے لگی بروقت قیمتی مشوروں سے کلام میں گہرائی اور روانی آنے لگی۔

پھر اس کے بعد منور علی شاداں کی ملاقات لکھنوں کے ایک اور استاد سخن شاعر''والی آسی'' سے منور علی شاداں کی ملاقات ہوئی تو انہوں نے بھی انہوں نے بھی ان کا کلام سنا اور کچھ قیمتی اور لاثانی مشورے دئے جن میں ان کا تخلص بھی شامل ہے، جی ہاں سید منور علی کا تخلص اب پھر سے بدلنے والا ہے والی آسی نے شاداں کی جگہ ''راناؔ'' کا مشورہ دیا اس طرح سید منور علی پہلے پہل آتش، پھر شاداں پھر رانا بنے پھر تادم آخیر سید منور علی منوررانا کے نام سے ہی یاد کئے جانے لگے اور یہ نام اتنا مشہور ہوا کہ اس کی چمک دمک میں اصل نام ماندہ پڑ گیا۔

منوررانا کی شاعری کا کمال یہ ہے کہ وہ جس کسی بھی موضوع کو اپنے اشعار کے لئے منتخب کرتے ہیں اسے اپنے اشعار کے سانچے میں اس دلیری، بہادری اور برجستگی سے ڈھالیتے ہیں کہ اسمیں ذرا برابر ملمع سازی، ملاوٹ کی بوتک نہیں آتی۔

منوررانا اپنے اشعار کے ذریعہ آپ بیتی اور جگہ بیتی کی ایک ایسی تصویر پیش کرتے ہیں کہ جسے دیکھنے سے معاشرے کی ابتری، حاکموں کی لاپرواہی، ذمداروں کی کوتاہی سب کھل کر سامنے آتی ہے۔منوررانا کی شاعری میں ایک مقناطیسی کیفیت ہوتی ہے، جس قاری منوررانا کی طرف کھینچے چلے آتا ہے، یہ مقناطیسی کشش یوں ہی ان کی شاعری کا حصہ نہیں بنی اس عنصر کو شاعری کے اوزان اوران کے الفاظ، اور خوافی کے ساتھ اپنا ذاتی تجربہ، حادثات دنیا اور عصر حاضر کے تلخ اور تھیکے مشاہدات ایسا ملایا کہ وہ جزلاینفک ہوگئے جب جا کر ان کی شاعری میں یہ مقناطیسی کیفیت پیدا ہوئی ہے۔

سوجاتے ہیں فٹ پاتھ پہ اخبار بچھا کر
مزدور کبھی نیند کی گولی نہیں کھاتے

بوجھ اٹھانا شوق کہاں ہے مجبوری ہے سودا ہے
رہتے رہتے اسٹیشن پر لوگ قلی ہوجاتے ہیں
عدالتوں ہی سے انصاف سرخ رو ہے مگر
عدالتوں ہی میں انصاف ہار جاتا ہے
اس میں بچوں کی جلی لاشوں کی تصویریں ہیں
دیکھنا ہا تھ سے اخبار نہ گر نے پائے
بھٹکتی ہے ہوس دن رات سونے کی دکانوں پر
غریبی کان چھدواتی ہے تنکا ڈال لیتی ہے

صنف نازک پر اردو شاعری میں دنیا کی دیگر زبانوں کی طرح بہت شاعری ہوئی ہے اس کی بابت بہت سارے شعراو اساتذہ سخن کے نام گرامی آتا ہے،سب نے صنف نازک کے بارے میں بہت کہا اور خوب خوب کہا،لیکن منوررانا کے نزدیک صنف نازک کا جو معیار جو مقام و مرتبہ ہے وہ بہت کم ہی دوسروں کے پاس پایا جاتا ہے،دنیا میں بہت سارے رشتہ و ناتے ہیں اور بندھن ہوتے ہیں ان سب رشیوں میں ''ماں'' کا جو مقام ہے وہ ہر ایک کے پاس سب سے افضل و اعلی وارفع رشتہ ہے اس بارے میں کسی کی دورائے نہیں چاہے وہ کسی بھی مکتب فکر کا حامل کیوں نہ ہو۔ان سب کی نسبت منوررانا کے یہاں سب سے زیادہ قدر و قیمت ہے صنف نازک پہ ایسی پاک شاعری ہے جسے ہر کوئی سینے سے لگائے اور سر پر رکھے یہ حصہ میری اپنی دانست میں منوررانا کے حصہ میں کچھ زیادہ ہی آیا ہے جس کی دلیل اس موضوع پر ان کے کثیر اشعار ہیں جو مقبول ملت ہو کر مقائے دوام کا لباس پہن لیا ہے جن میں چند ایک اشعار دئے جاتے ہیں دد۔

چلتی پھرتی ہوئی آنکھوں سے آذاں دیکھی ہے
میں نے جنت تو نہیں دیکھی ہے ماں دیکھی ہے
ابھی زندہ ہے ماں میری مجھے کچھ بھی نہیں ہوگا
میں گھر سے جب نکلتا ہوں دعا بھی ساتھ چلتی ہے
اس طرح میرے گناہوں کو وہ دھودتی ہے
ماں بہت غصے میں ہوتی ہے تو رو دیتی ہے
کسی کو گھر ملا حصے میں یا کوئی دکاں آئی
میں گھر میں سب سے چھوٹا تھا مرے حصے میں ماں آئی
جب بھی کشتی مری سیلاب میں آجاتی ہے
ماں دعا کرتی ہوئی خواب میں آجاتی ہے
تیرے دامن ستارے ہیں تو ہوں گے اے فلک
مجھ کو اپنی ماں کی میلی اوڑھنی اچھی لگی

یہ سوچ کے ماں باپ کی خدمت میں لگا ہوں
اس پیڑ کا سایا مرے بچوں کو ملے گا
منور ماں کے آگے یوں کبھی کھل کر نہیں رونا
جہاں بنیاد ہو اتنی نمی اچھی نہیں ہوتی

شعروشاعری کے علاوہ منوررانا دیگر ادبی اداروں اور مجلسوں سے وابستہ تھے جن میں اترپردیش اردو اکادمی کے سابق صدر، والی آسی اکیڈمی کے چیرمین اور رکن مجلس انتظامیہ مغربی بنگال اردو اکادمی جیسے اہم عہدوں پر رہے اس کے علاوہ اردو روزنامہ مسلم دنیا لکھنؤ اور ہندی ہفت روزہ ’’جن بیان‘‘ لکھنؤ کی ادارت سے منسلک رہے۔

منوررانا کی شعری مجموعہ کلام نیم کا پھول، ۱۹۹۳ کہو ظل الہی سے، ۲۰۰۰ منوررانا کی سوغزلیں ۲۰۰۰ گھر اکیلا ہوگا، ۲۰۰۰ ماں ۲۰۰۵، جنگلی پھول ۲۰۰۸، نئے موسم کے پھول ۲۰۰۹، مہاجرنامہ، ۲۰۱۰، کترن میرے خوابوں کی، ۲۰۱۰۔

منوررانا کی نثری تصانیف: بغیر نقشے کا مکان ۲۰۰۰ سفید جنگلی کبوتر ۲۰۰۵ چہرے سے یاد رہتے ہیں ۲۰۰۸، ڈھلان سے اترتے ہوئے، پھنگ تال

منوررانا کے اعزازات:

میرتقی میرایوارڈ، غالب ایوارڈ، امیر خسروایوارڈ، اجنگ ایوارڈ کراچی، بزم سخن ایوارڈ، وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

منوررانا کی وفات حسرت آیات پر تنویر پھولؔ کا قطعہ تاریخ کے ساتھ مضمون کا اختتام کرتا ہوں جو کہ زیرنظر دیا جاتا ہے

یہ خبر ہم کو ملی دل کو ہوا ہے افسوس
چھوڑ کر جگ کو گئے راہ عدم پر رانا
پھولؔ اس لہجہ پرنور کی شاں تھی عالی
کہہ دو ’’ آہنگ ضیا اوج منور رانا ۱۴۴۵ ‘‘ھ

قطعہ تاریخ عسوی

ہوگئی بزم سخن آج بہت ہی سونی
چل دیئے چھوڑ کر اس کو ہیں سخنور راناؔ
دل سے پیاری رہی راناؔ کو زبان اردو
پھولؔ کہہ ’’ سطر ادب رخت منور رانا‘‘ ۲۰۲۴ء